



لکھا تھا کہ جس سال آپ نے وہاں سے ہجرت فرمائی، اس سال اس پر آم کا پتہ چل آیا تھا، لیکن حضرت والد صاحب قذی سرور علیا کرتے تھے کہ جس دن میں نے اس مگر ہود پانا سے ختم ہوا تھا، وہ مگر ہود پانا میرے دل سے نکل گئے۔ چنانچہ پاکستان ہجرت کے بعد یہ کام چاہیہ داری بدوستان کی حکومت نے اپنے چیلے میں لے لیں۔

پانچ پاکستانی ہود بدوستان کے ایک حلقے کے چیلے میں یہ ملے چلا کر آبادی کے چارے کے چیلے میں بڑھ گئی چاہیہ داری ایک ملک میں چلا کر دوسرے ملک گئے ہیں، انہیں ایک خاص علاقے کے قصبہ کے ملک کی حرارہ چاہیہ داری میں سے حصار ہوا چاہیہ اس طرح حضرت والد صاحب رحمہ اللہ علیہ کی اپنی حرارہ چاہیہ داری کے بڑے کراچی کے علاقے سیدہ داس میں ایک چارے کا علاقہ جس پر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ علیہ نے ایک چارہ گریوں کا مکان تعمیر فرمایا تھا۔ (دیکھو یہ ہے کہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ان چارہ گریوں کی تعمیر پر آٹھ ہزار روپے خرچ ہوئے تھے۔)

چنانچہ رمضان ۱۳۷۱ھ میں اس کی تعمیر مکمل ہو گئی تھی، اور اس میں عقلی ہونے کیلئے مینہ کا انکشاف ہوا، ہم بھائیوں نے یہ ملے کہا کہ رمضان المبارک کی سانسوری شب اس مکان کی صحت پر خیریت کر کے گذاری جائے۔ یہ روزِ کرم حضرت سیدہ امینہ علیہ السلام پر بیٹے صاحب دھیم کا سالِ ولادت تھا جس نے انہوں نے اپنے کی ام مہنی حصار کو بیچ کر کے ان کو بیچ میں خرید لیا، اور خانہ داس پر وہاں کی ذرا بیچ میں حصار کی۔ خود مینہ کے بعد، شوال ۱۳۷۱ھ (۱۳ مئی ۱۹۵۱ء) کو ہم اس گھر میں عقلی ہو گئے۔

یہاں رہا کے مکان سے تمام چیلے میں رہتے رہے چلے چلا کرتے تھے۔ لیکن سیدہ داس کا مکان دور سے سے نہیں ملتا تھا تو کھانسی کے واسطے یہاں سے اس نے وہاں ہم چیلے میں مل گئی، چلے چلا کرتے تھے۔ سائیکل حضرت سیدہ امینہ علیہ السلام پر بیٹے صاحب دھیم چلاتے تھے، اور کھانسی کے چیلے کی پوری پوری دیکھنے کے واسطے یہ چلے چلا کرتا تھا۔ کھانسی کی وجہ سے سائیکل بھر رہی تھی اس میں بھی چاہیہ داس کے لئے سائیکس چلی چلی تھیں۔

لاہور اور بیٹے کا سفر

اسی چیلے میں سال کے دوران میں جب میری عمر اس سال تھی میری والدہ صاحبہ کو سڑی ہوئی تھی ایک سڑی ہوئی تھی۔ والد صاحب صاحبہ نے چاہیہ داس میں کھانسی کے چیلے کی پوری پوری دیکھنے کے واسطے یہ چلے چلا کرتا تھا۔



[illegible][illegible]



اور شرعاً تجدید حضرت سیدنا اسد اللہ صاحب کے پاس تھی اور عقائد عربی حضرت مولانا علی الدین صاحب کے پاس۔ میرے بھائی زاد بھائی حضرت سیدنا سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت دارالعلوم کے بڑے قاضی اور تحصیل استاد تھے۔ وہ اسی عقائد عربی پر جاتے تھے اور میری والدہ کی اصل تھی کہ میں ان کے پاس عقائد پڑھوں۔ لیکن ان کے بھٹے کا کٹر لڑائی سے انور علی صاحب نے میں ان سے استفادہ کرنے سے محروم رہا لیکن میرے اس سڑکا یہ فائدہ ہوا کہ مجھے دارالعلوم دیوبند کا، تجربہ کی ضرورت تھی۔ طالب علم بننے کی سعادت حاصل ہوگی، اور اسی زمانے میں مجھے وہیں کے ادارہ کی دیباچہ کا شرف حاصل ہوا۔ میری عمر اسی بھائی تھی کہ شیخ الاسلام حضرت سیدنا مسیح احمد صاحب دینی دہن اللہ علیہ کی خدمت میں پاکستانی دینیہ کا حوصلہ اور لیکن ضرورت سے ان کی نظر اہمیت کی سعادت حاصل ہوگی۔

میری ایک خاندان دیندہ سے بہت قریبی پر "تعلیم کھولی کے ایک گاؤں سرائے دہلی پر میں ختم تھیں۔ والد صاحب دیکھا اللہ تعالیٰ ان سے ملے دہلی کے لئے وہاں بھی گئے۔ اور میں ان کے ساتھ تھا۔ کھولی صاحب سے یہ خبر ہوئی کہ وہ سرائے دارالعلوم دیوبند میں ملے گا۔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لیکن تھا۔ یہاں سے ایک مکی سڑک خیر کے گھر سے گھر سے سرائے دہلی پر جاتی تھی۔ اس سڑک پر رکشہ کے درجے ہم سرائے دہلی پر پہنچے۔ یہ ایک چھوٹا سا گھر تھا۔ اور سرسبز کتاب گاؤں تھا۔ میں نے والد صاحب کی راستہ ہمارے خانہ کرتے تھے۔ اور اسی گھر سے والدی خاندان وہاں ختم تھیں۔ یہ وہی اسی گاؤں میں ہے۔ والد صاحب نے یہ خانہ گھر سے۔ خانہ دیہاتی اہل کا کھلی بار تھا۔ والد صاحب اس میں یہ دلچسپ دفتر بھی لایا تھا کہ والدی خاندان کی ایک پڑوسی کو اب یہ چاہا کہ ہم لوگ کراچی سے آئے ہیں۔ تو انہوں نے مجھے اپنے گھر پر رکھا۔ یہ ایک عرصہ وہ خانہ تھیں۔ اور میں چنگ پڑا۔ والدی کا بچہ تھا۔ اس نے انہوں نے مجھ سے یہ کہہ بھی لیا۔ مگر میں تھا کہ انہوں نے مجھ سے یہ چاہا کہ کیا تم کراچی سے آئے ہو؟ میں نے انہوں سے جواب دیا تو انہوں نے کہا۔ "تم میرے بچے میں کو تو چاہتے ہو گے۔ اس کا کیا حال ہے؟" میں نے کہا۔ "میں تو ان کو نہیں جانتا۔" اس پر والدین کی بھائی قائل رہی تھی۔ انہوں نے جب کے لئے میں وہ لکھیں: "ہائے اتم کراچی میں رہتے ہو۔ اور میں کو لکھ جانتے؟" میں نے کہا: "نہ کہیں رہتے ہیں؟" لکھ لکھیں۔ "میرے والد اس کراچی میں رہتا ہے۔ اس میں اتم رہتے ہو۔" اب میں سمجھا کہ یہ خانہ کراچی کو لکھ سرائے دہلی پر یہ پاس فرمادی ہیں کہ

تھو یہاں رہنے والا ہو گئی ایک دوسرے کو کہتا ہے: اسی طرح کرنا ہی کا ہوا تھا۔ مگر ایک دوسرے کو کہتا ہے: ہمارے پاس یہ شے ہے، اس کو بھانسنے کی کوشش کی کہ کراچی دکان پر اس شے کو اس کا ایک سرباز یہاں بکھا دے تو دوسرا سرباز اس شے کو بکھا ہے ہی کہ اس قدر چوری ہو گئی ہے جسے شے اسٹور ہف ایجنسی کی کوئی کہانی نہ دے سکی۔

اب سوال آتا ہے کہ یہ ترانہ کرم جنت کے بارے میں یہ لڑنا ہے کہ اس کی چوڑائی کا ہوتا ہے۔ مگر اور دنوں کے روز ہے۔ یہاں سول کرم صلی علیہ وسلم پر بیان لڑنے ہیں کہ ایک صلی علیہ وسلم کو انکا جوتا دیا جائے گا اور چوڑائی سے بڑا گاڑا ہو گا۔ تو اس پر ہماری حیرت اس دینی عقائد کی اس صحت ہے جو کراچی شہر کے بارے میں یہ تصور کرنے کو چاہی گئی کہ ہمارے سول پر سے انکار ہو گا۔ ہمارا اس شے ایک دکان دوسرے کو بچھانا نہیں ہو گا۔ اور شے کی سبکی پر ہمیں بھی آجاتی ہے۔ لیکن وہ عقیدہ کہ نام ہو تو اپنی آنکھوں سے عالم دہ کی سیر کرتے ہیں۔ عالم دہ کے پیدا کرنے والے نے یہ سب سے ان کو دہ کی شے بچھانا ہے۔ وہ ہم دہا کے یہاں کو کھاتے کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ مگر بھی انکرم پر شے نہیں دہی ہے۔

یہ ایک اپنی دکان کو کھانے کے ساتھ ساتھ اور دہی دکان پر لڑنا ہے ایک اسی تھا اور دوسرے نے بہت سی سٹورز کا بھی سبب بنا۔

وہاں سے دکان آ کر شے اور دہی شے تھا کہ حضرت خالد صاحب قدس سرہ صلیت علیہ وسلم کی طرف سے سٹورز پاکستان کا دہا کرتے ہوئے دہا کو خریدنے والے دہا آگے دہا اب دہا صوبہ سرحد کے دہا سے یہ دہا دہا کرتے ہیں کہ دہا اس طرح شے حضرت خالد صاحب قدس سرہ صلیت علیہ وسلم کی دہا کی دہا کی دہا کی دہا کرتے ہیں۔ پچھلے حضرت خالد صاحب کی اس دہا کی صوبہ دہا کا دہا اگر اس صاحب معلوم ہوتا ہے:

جانی ہے۔۔۔۔۔

☆☆☆